شاہ ولی اللہؒ اور علم حدیث

مولوی سید زاہد قیصر

ہندوستان میں اسلام پہلی صدی ہجری میں پہنچ چکا تھا اور کم وبیش آٹھ صدیوں تک غایت عظمت وشوکت کے ساتھ حکومت کرتا رہا۔

سندھ، ملتان اور بلوچستان کو چھوڑ کر اسلام چونکہ عجم (ماوراء النہر اور افغانستان) کی راہ سے یہاں آیا تھا، جہاں صرف فقہ واصول فقہ، کلام، منطق وفلسفہ ہی اسلامی تعلیمات کا مدار بن کر رہ گئے تھے۔ فاتحین کے ساتھ ان کے تصورات و رجحانات کا آنا لازمی تھا، بنابریں ماوراء النہر کے علماء کی تقلید میں ان علوم کے غایت شغف نے ہندوستان کے علماء کو براہ راست کتاب وسنت سے آشنا نہ ہونے دیا، چنانچہ حدیث سے بے گانگی کا ایک قابل افسوس واقعہ تاریخ فرشتہ میں منقول ہے۔ فرشتہ کا بیان ہے کہ سلطان غیاث الدین تغلق کے عہد میں قاضی رکن الدین والیٔ شہر نے حضرت سلطان نظام الدین اولیاءؒ (م/۷۲۵) سے سماع سننے پر باز پرس کی، تو شیخ نے "السماع مباح لأهله" کو حدیث نبوی کہہ کر جواز سماع کے لئے دلیل قرار دیا۔"

(تاریخ فرشتہ مقالہ دوازدہم ذکر حضرت سلطان الاولیاءؒ مطبع کشوری، صفحہ ۳۹۷)

یہ فقرہ حدیث نہیں ہے بلکہ امام غزالیؒ (م/۵۰۵ھ) کا فتوی ہے، جو احیاء العلوم میں منقول ہے اور اگر شیخ کے بارے میں غایت ادب سے کام لیا جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ اس بارے میں شاید فرشتہ کو غلط فہمی ہوئی ہو، یہاں اس سے بحث نہیں ہے کیونکہ دونوں صورتوں میں حدیث سے بے گانگی کا پتہ چلتا ہے، قرآن وحدیث سے اس اجنبیت و بے گانگی کے بعد وہ سب کچھ ہوا جو اس کے لازمی نتائج تھے، چنانچہ اندرونی طور پر ہندوستان کے مذاہب سے اسلام جتنا متاثر ہوا، اس کی مثال کسی دوسرے ملک وقوم میں نہیں ملتی، پھر نہ صرف یہ کہ تہذیب وتمدن میں بہت کچھ ہندوؤں سے اخذ کیا گیا، بلکہ تصوف جیسی روحانی چیز میں بھی ویدانت کا بہت بڑا حصہ شامل ہوگیا، اسی کے ساتھ ساتھ ہندوستانی اسلام خارجی فتنوں

سے بھی محفوظ نہ رہ سکا، دسویں صدی ہجری میں بابر کے بعد ہمایوں کے ذریعہ ہندوستان نے ایران سے جواز سرنو تعلقات قائم کر لئے تھے اور ہمایوں (م/۹۶۴ھ) نے اظہار ممنونیت کے لئے جس طرح ایرانیوں کو نوازا، اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ''شیعیت'' کے بے پناہ حملوں کے علاوہ منطق وفلسفہ کی جیسی یہاں کچھ گرم بازاری ہوئی وہ محتاج بیان نہیں ہے، یہ علوم ہندوستانی علماء کے دل و دماغ پر اس طرح چھا گئے تھے کہ کئی صدیوں کی مسلسل کوششوں کے بعد بھی ان کا اثر زائل نہیں ہوسکا ہے، ذمہ دار علماء کا یہ حال تھا کہ منطق وفلسفہ کی غیر ضروری موشگافیوں میں تورات دن غلطاں و پیچاں رہتے تھے اور حدیث وقرآن سے بالکل نابلد۔

میرزاہد مہروی (م/۱۱۱۱ھ) جو عہد عالمگیری میں ''محتسب'' کے عہدہ پر مامور تھے، ان کی علوم دینیہ سے بے خبری کا یہ عالم تھا کہ شرح وقایہ جیسی فقہ کی متوسط کتاب بلغیر حضرت شاہ عبدالرحیمؒ (م/۱۱۳۱ھ) کی امداد کے نہیں پڑھا سکتے تھے۔ (ملفوظات عزیزیہ صفحہ ۸۲) گیارہویں صدی تک پہنچتے پہنچتے شہنشاہ اکبر (م/۱۰۴۴ھ) کے دور میں تو یہ حالت ہوگئی تھی کہ قرآن وحدیث پر عمل تو درکنار، ان کا نام لینا بھی جرم سمجھا جاتا تھا، خدا سے علانیہ بغاوت مذہب پرستی قرار دی گئی، شعائر دین کی بے حرمتی مستحسن نظروں سے دیکھی جانے لگی، خدا کو چھوڑ کر چاند سورج اور بادشاہ کے آگے سر خم ہونے لگے اور وہ تمام ذمائم بر روئے کار آگئے جو قرآن وحدیث کو چھوڑنے اور ''ویدانت'' و ''ایرانی فلسفہ'' کے اختلاط وامتزاج سے پیدا ہونے چاہئیں تھے۔

ہندوستان اور علم حدیث:...... ہندوستان میں علم حدیث کا احیاء اور رواج بارہویں صدی میں شاہ ولی اللہ (۱۱۷۶ھ کے دور سے شروع ہوتا ہے، پچھلی آٹھ صدیوں کی طویل مدت میں مندرجہ ذیل سرآمد روزگار نفوس قدسیہ کے علاوہ کوئی اور نمایاں شخصیت دریافت نہیں ہوسکی ہے۔

امام حسن الصغانیؒ (م/۶۵۰ھ):......امام رضی الدین حسن بن محمد الصغانیؒ کے اجداد صغانیان علاقہ ماوراء النہر کے باشندے تھے، علامہ صغانی ۵۷۷ھ میں ہندوستان آئے اور لاہور میں اقامت گزیں ہوئے، احادیث کا ایک مجموعہ مشارق الانوار کے نام سے ترتیب دیا، مجموعہ میں ۲۲۴۶ حدیثیں ہیں، احادیث کی ترتیب حروف تہجی پر ہے، ہندوستان میں علم حدیث پر یہ سب سے پہلی تصنیف ہے، شیخ عبدالحقؒ کے زمانہ تک یہ کتاب درس حدیث میں شامل تھی، صغانیؒ نے عمر المرغینانی سے حدیث کی تکمیل کی، صغانیؒ کے بہت سے نامور شاگرد تھے، حضرت سلطان نظام الدین اولیاءؒ بھی چند واسطوں سے آپ کے شاگرد ہیں، سن وفات ۹۵۰ھ ہے۔

سید رفیع الدین شیرازی (م/۹۵۴ھ):......سید رفیع الدین شیرازیؒ اکابر محدثین اور سرآمد روزگار علماء میں سے ہیں، مولد ومنشاء سرزمین شیراز ہے۔ شیراز میں ان کا خانوادہ اس درجہ محترم تھا کہ سید شیرازی جس زمانہ میں علامہ جلال الدین دوانی (تخفیف الواو) سے معقولات کی تحصیل وتکمیل کر رہے تھے تو خود علامہ دوانی درس دینے کے لئے سید شیرازی

کے مکان پر آیا کرتے تھے، حدیث میں ان کا سلسلہ تلمذ بہ یک واسطہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ تک پہنچتا ہے، سید شیرازی براہ راست حافظ شمس الدین سخاویؒ کے تلمیذ ہیں اور حافظ سخاویؒ، حافظ عسقلانیؒ کے ذہانت واستعداد کا یہ عالم تھا کہ حافظ سخاویؒ نے ملاقات سے پہلے ہی پچاس کتابوں کی تحریری اسناد بھیج دی تھی اور کہا تھا کہ آپ جیسے صاحب کمال کے لئے مشافہتاً استفادہ وتلقین ضروری نہیں ہے لیکن ان کے شوق علم نے اس پر قناعت نہ کی اور خود قاہرہ پہنچ کر حافظ موصوف سے استفادہ کیا۔ سلطان سکندر لودھی کے عہد میں ہندوستان آئے اور خدمت حدیث میں مصروف ہوگئے، گیارہویں صدی (یعنی شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے عہد) سے ماقبل علم حدیث کا جو چرچا ہندوستان میں ہوا، اس میں بیشتر آپ ہی کی مساعی جمیلہ کا دخل ہے، سال وفات ۹۵۴ھ ہے، سید شیرازیؒ کے مفصل ترجمہ کے لئے ''الضوء اللامع فی اعیان القران التاسع ''لامام السخاویؒ لائق رجوع ہے۔

شیخ علی متقیؒ (م/۹۷۵ھ):......علاؤ الدین علی متقی بن حسام الدینؒ کا وطن مالوف جونپور ہے لیکن شیخ کے والد نے برہانپور میں توطن اختیار کرلیا تھا، علی متقی ۸۸۵ ہجری میں یہیں پیدا ہوئے، شیخ کا عظیم المرتبت کارنامہ جملہ صحیح احادیث کی ترتیب وتبویب ہے جو کنز العمال کے نام سے موسوم ہے، اگر کنز العمال کو حدیث کی مختصر دائرۃ المعارف کہا جائے تو نامناسب نہ ہوگا۔ اگرچہ اسانید کے لحاظ سے یہ مجموعہ قابل نقد ہے لیکن حدیث کا ایک ایسا بیش بہا ذخیرہ یکجا جمع کردیا گیا ہے، جس سے امت تقریباً محروم ہو چکی تھی، شیخ ابوالحسن بکریؒ (علی متقی کے استاد) کا قول ہے:

> ''جمع حدیث کی وجہ سے سارا عالم امام سیوطیؒ کا رہین منت ہے لیکن شیخ متقی نے اس کی ترتیب وتہذیب کرکے خود سیوطی اور تمام دنیا پر ایک عظیم الشان احسان کیا ہے۔''

شیخ علی متقیؒ نے حافظ ابن حجر مکیؒ سے علم حدیث حاصل کیا، سن وفات ۹۷۵ھ ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ (م/۱۰۵۲ھ):......شیخ عبدالحق ۹۵۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۰۵۲ھ میں وفات ہوئی، شیخ نے مشکوٰۃ المصابیح کی عربی وفارسی میں دو شرحیں لکھیں، نیز شیخ کے صاحبزادے شیخ نور الحقؒ نے صحیح بخاری کی فارسی میں شرح کی، شیخ نے نصاب حدیث میں بھی اصلاح کی، اس زمانہ میں مشکوٰۃ اور مشارق الانوار درس حدیث میں شامل تھیں، شیخ نے موطا مالکؒ اور صحیحین کو شریک نصاب کیا۔

اس میں شک نہیں کہ متذکرہ صدر حضرات نے حدیث کی نہایت مہتم بالشان خدمات انجام دی ہیں، مگر افسوس! کہ ان کا دائرۂ فیض وافادہ بہت ہی مختصر اور محدود رہا اور چند کتابوں کے عالم تصنیف میں آجانے اور کچھ تدریس وافادہ کی مسندیں آراستہ ہو جانے کے علاوہ حدیث کا علم عوام تو کیا بیشتر خواص تک بھی نہ پہنچ سکا، عوام الناس کو علم حدیث سے باخبر کرنے کے عظیم الشان کارنامے کا سہرا شاہ ولی اللہ، ان کے خاندان اور شاگردوں کے سر ہے۔

شاہ ولی اللہ:......دہلی کی سرزمین میں بارہویں صدی کے آغاز (۱۱۱۴ھ) میں شاہ ولی اللہ پیدا ہوئے، تعلیم سے

فارغ ہوکر ۱۱۳۱ھ میں اپنے والد بزرگوار کی جگہ درس دینا شروع کیا۔ مسلسل بارہ سال تک، یہ سلسلہ قائم رہا، اس دوران شاہ صاحبؒ نے مروجہ علوم وفنون اور اپنے ماحول کا تنقیدی نظر سے مطالعہ کیا، بالآخر انہیں اس کے نقائص اور وقتی ضرورت کے لحاظ سے اپنی کم مائیگی کا احساس ہوا، چنانچہ ۱۱۴۳ھ میں حرمین کا سفر اختیار کیا اور شیخ ابوطاہر مدنی شافعیؒ اور شیخ تاج الدین حنفی سے علم الحدیث کی تکمیل کی، ۱۱۴۵ھ تک حرمین میں قیام رہا۔

۳۰ سال تک مسلسل حدیث کی خدمت کرتے رہے، علم حدیث کا نشر کیا محدثین اور ان کی مؤلفات میں طبقات قائم کیئے، جرح وتنقید کی سنت کا جو آٹھویں نویں صدی ہجری سے تقریباً مردہ ہوچکی تھی، از سرنو احیاء کیا، حدیث کا ایک جامع نصاب تیار کیا اور احادیث پر مسائل کی تفریح کرنے کی سنت حسنہ جاری کی جس کو عام طور پر علماء نے فراموش کردیا تھا، اسلامی مسائل پر حکیمانہ کتابیں لکھیں۔

شاہ صاحبؒ کے بعد ان کی اولاد واحفاد اور جانشینوں نے نشر حدیث میں پوری تہذیبی اور جان کاہی سے حصہ لیا اور اپنی انتھک کوششوں سے فن حدیث کو اتنا عام کردیا کہ آج جو چرچا ہندوستان کیا بلکہ تمام عالم اسلامی میں پایا جاتا ہے وہ سب شاہ صاحبؒ اور ان کے جانشینوں کا رہین احسان ہے۔

ہندوستان کے تین علمی مرکز:...... بارہویں صدی کے ہندوستان میں حضرت شاہ ولی اللہ کے علاوہ تین اور علمی مرکز تھے۔ خیرآباد، فرنگی محل اور دہلی۔ ''خیرآباد مرکز'' کا علمی موضوع صرف منطق وفلسفہ تھا، قرآن وحدیث سے بحث کرنا ان کے نصب العین ہی سے خارج تھا کہ یہ علوم ان کے نزدیک گویا علم کا صحیح مصداق نہ تھے، ہرچند کہ مذہبی حیثیت سے وہ کسی درجہ پر ہوں تاہم بارہویں صدی کے بعد ان کا سلسلہ تلمذ بھی حضرت شاہ ولی اللہ سے مل جاتا ہے۔ مولانا حق خیرآبادی شاہ ولی اللہ کے خلف رشید شاہ عبدالقادرؒ کے شاگرد ہیں۔

دوسرا علمی خانوادہ ''فرنگی محلی علماء کا تھا۔ یہ لوگ اگرچہ منطق وفلسفہ جیسے لایعنی مشاغل میں کچھ زیادہ تضییع وقت نہیں کرتے تھے لیکن قرآن وحدیث کا نشر ان کے بھی اولین مقاصد سے خارج تھا، ان حضرات پر تاہنوز ماوراء النہر کا قدیم رنگ چھایا ہوا تھا، فقہ اور اصول فقہ ان لوگوں کا سرمایۂ افتخار تھا، نیز یہ بھی ''خیرآبادی مرکز'' کی طرح بارہویں صدی کے بعد حضرت شاہ صاحبؒ ہی کے خوان علم کے دلرباء ہیں۔

تیسرا علمی مرکز ''دہلی'' تھا، بہرحال ہندوستان میں حضرت شاہ ولی اللہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے کتاب وسنت کی قدرومنزلت کو صحیح طور پر پہچانا، مدینۃ الرسول پہنچ کر حدیث کی تکمیل کی، شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں:

''علم حدیث پدر من از مدینہ آورد، چاردہ ماہ در مدینہ بودہ، سند کردہ''۔ (ملفوظات صفحہ ۹۳)

پھر ہندوستان واپس آکر اس حکیمانہ انداز سے اس کا سنگ بنیاد رکھا کہ ہر آنے والا دور گزرے ہوئے دور کے مقابلے میں ترقی پذیر ثابت ہوا۔

یہاں یہ تصریح بھی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ بارہویں صدی سے قبل کتاب وسنت سے عدم اعتناء نہ صرف یہ کہ ہندوستان ہی میں عام تھا، بلکہ خود عالم اسلامی سے یہ علوم رخصت ہورہے تھے، مراکز دینیہ میں بھی قرآن وحدیث کا ذکر ایک نامانوس صدا معلوم ہوتی تھی، مصر کے مشہور زمانہ عالم علامہ سید رشید رضا مرحوم کا بیان ہے:

"ولولا عنايته إخواننا علماء الهند بعلوم الحديث في هذالعصر، لقضى عليها بالزوال من أمهار الشرق فقد ضعفت في مصر والشام والعراق و الحجاز منذ القرن العاشر للهجرة حتى بلغت مقهى الضعف في أوائل هذالقرن الرابع عشراً".

"اگر ہندوستان کے علماء فن حدیث پر توجہ نہ کرتے تو مشرقی ممالک میں کبھی کا یہ علم ختم ہو چکا ہوتا۔ دسویں صدی میں، مصر، شام، عراق اور حجاز، میں ان علوم سے بے اعتنائی برتی جانے لگی تھی، حتیٰ کہ چودھویں صدی تک پہنچتے پہنچتے ان ممالک میں علم الحدیث کا ذوق بالکل ہی ختم ہو گیا۔"

ہندوستانی علماء کی فن حدیث کی جن نمایاں خدمات پر علامہ موصوف نے جو تبصرہ فرمایا ہے، بلاشبہ اس کا صحیح مصداق حضرت حضرت شاہ ولی اللہ اوران کا سلسلہ تلامذہ ہے جو حضرت علماء دیوبند پر ختم ہوتا ہے، اکابرین دیوبند نے جس تندہی اور جانفشانی سے حدیث وقرآن کا نشر کیا ہے، وہ آج عالم اسلامی میں آپ اپنی مثال ہے جس کا علامہ موصوف ہی نے سیاحت ہند کے دوران ذیل کے الفاظ میں اپنے تاثرات کا اظہار کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

"ماقرت عيني بشيء في الهند كما قرت برؤيته مدرسة ديوبند ولا سـ ت بشى هناك كسرورها بماالاح من الغيرة الإخلاص في علماء هذه المدرسة.

"وكان كثيراً من أخواني المسلمين في بلاد الهند المختلفة يذكرون لي هذه المدرسة ويصف رجال الدنيا منهم علماء هابالجمود والتعصب ويظهرون رغبتهم في إصلاح تعميم نفها وقد رأيته سمعت من ثناء وانتقاداً۔"(القاسم ديوبند ديقعده ١٣٣٠ھ)

ہندوستان کے پورے دور سیاحت میں مجھے کہیں ایسی مسرت اور سکون خاطر نصیب نہیں ہوا۔ جیسی کہ مجھے دارالعلوم دیوبند کے دوران قیام میں، راحت اور فراغ قلب محسوس ہوا'' اور یہ محض علماء دیوبند کے خلوص وایثار کی وجہ سے ہوا۔"

''میرے دوستوں نے ہندوستان کے مختلف شہروں میں دارالعلوم دیوبند کی بہت کچھ تعریف کی اور کچھ جاہل دنیا دار لوگوں نے علماء دیوبند کو جامد ومتعصب بتلا کر ان کی اصلاح کا خیال ظاہر کیا، لیکن الحمدللہ کہ میں نے علماء دیوبند کو مداحین وناقدین کی مدح وتنقید سے ماوراء، مستغنی اور بلند تر پایا۔"

الغرض حضرت شاہ ولی اللہ کی مساعی اس قدر بارآور ہوئیں اوران کے تلامذہ نے علم الحدیث کو اتنا ارتقاء بخشا کہ اب

''حدثنا''، ''واخبرنا'' کی آوازیں ان خطوں سے سنائی دیتی ہیں جہاں لوگ حدیث کے نام تک سے آشنا نہ تھے اور اب علم حدیث کا ذوق اتنا عام اور اس کا حصول اتنا سہل ہو گیا ہے کہ کسی خاص وقت کو بغیر ہر شخص بآسانی استفادہ کر سکتا ہے اور علم حدیث کے عام لٹریچر کا تو کیا ذکر، محض ہندوستانی زبان میں ہمارے پاس اتنا لٹریچر موجود ہے کہ بآسانی اس کی کوئی فہرست بھی مرتب نہیں کی جاسکتی۔

اردو میں علم حدیث کی خدمات:...... ہندی علماء نے قرآن وحدیث سے استفادہ عام کرنے کے لئے ہندوستان کی موجودہ علمی زبان اردو میں تراجم وتصانیف کا سلسلہ شروع کیا، لیکن جیسا کہ ہر زبان کے ارتقاء کا عمومی دستور ہے کہ اس کی علمی ترقی کی ابتداء تراجم سے ہوتی ہے، بعدازاں اس میں تصانیف کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، اردو کے ارتقاء میں بھی یہی اصول کارفرما رہا ہے، اردو میں قرآن وحدیث کے تراجم وتصانیف کے مبارک کام کی ابتداء تیرہویں صدی کے اوائل سے ہوئی، سب سے پہلے شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے قرآن مجید کا اردو میں ترجمہ کیا۔ ۱۲۰۵ھ میں مولانا خرم علی بلہوری نے ''تحفۃ الاخیار'' کے نام سے ''مشارق الانوار'' کا ترجمہ کیا جو متعدد مرتبہ مختلف مطابع میں چھپ چکا ہے، اس کے پانچ سال بعد قرآن وحدیث کے سلسلے میں تصانیف وشروح کی ابتدا ہوئی اور ۱۲۵۴ھ میں مولانا قطب الدین دہلویؒ نے ''مظاہر حق'' کے نام سے مشکوٰۃ شریف کی شرح کی، مشکوٰۃ کا ترجمہ اولاً مولانا کے استاد شاہ محمد اسحاق صاحبؒ دہلوی نے کیا تھا۔ پھر شاہ صاحبؒ کی فرمائش پر مولانا قطب الدین نے اس کی شرح کی، شرح میں مشکوٰۃ کے عربی وفارسی تراجم، حاشیہ سید جمال الدین اور شاہ محمد اسحاق صاحبؒ کے فوائد سے بیشتر امداد لی گئی ہے، مظاہر حق اس شرح کا تاریخی نام ہے جو چھ جلدوں میں چھپ چکی ہے، اس کے بعد اردو میں بکثرت تراجم وشروح اور تصانیف ہونی شروع ہوئیں، اور یہ سنت حسنہ آج تک جاری ہے اور روز بروز اردو میں حدیث وقرآن پر لٹریچر میں اضافہ ہوتا جارہا ہے، علماء نے ملکی زبان میں تراجم حدیث کی ابتدا کر کے اردو کی نہایت عظیم الشان خدمت انجام دی ہے اور اسے بے شمار علمی جواہر پاروں سے مالا مال کر دیا ہے، چنانچہ یہ ہندی علماء ہی کی سعی مشکور کا نتیجہ ہے کہ علم حدیث کے جتنی شروح وتراجم اردو میں پائے جاتے ہیں، دنیا کی جملہ زبانیں اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہیں، عربی زبان کے بعد مسلمانوں کے سواد اعظم میں جو زبان سب سے زیادہ مستعمل رہی ہے، وہ ''فارسی'' ہے، اس کے باوجود اس میں حدیث کا لٹریچر بہت ہی کم ہے، سلطان محمود غزنوی (م ۴۲۱ھ) کے زمانہ سے بارہویں صدی تک مسلمانوں کی دفتری اور تحریری وتقریری کی زبان، فارسی رہی ہے۔ لیکن اس آٹھ صدی کی طویل مدت میں فارسی میں بہت ہم کم حدیث کی شروح وتراجم پائے جاتے ہیں، جو نہ ہونے کے درجہ میں ہیں، اس کے برعکس اردو میں ''علم حدیث'' کی شروح وتراجم شمار نہیں کی جاسکتی ہیں۔

ہندوستانی علماء نے شروح وتراجم حدیث کی ابتداء کر کے ''علم حدیث'' کے علاوہ اردو کی بھی عظیم الشان خدمت انجام دی ہے اور اسے بے شمار علمی کتابوں سے مالا مال کر دیا ہے، اس کے ماسوا درس حدیث میں اردو کو ذریعہ تعلیم قرار دیا، اس کی

ابتداشاہ محمد اسحاق صاحب ؒ ہوتی ہے، اورآج بھی برصغیر پاک و ہند کی مشہور عربی درسگاہوں میں اردو ہی ذریعہ تعلیم ہے جس سے اردو کو چند در چند فوائد حاصل ہوتے ہیں، اس کا سب سے اہم فائدہ یہ ہے کہ بیرون ممالک کے طلبہ جو علوم دینیہ کی تحصیل و تکمیل کے لئے ہندو پاک آتے ہیں، وہ انہی درسگاہوں کے ذریعہ اردو سے واقف ہوتے ہیں اور اپنے اوطان کو واپس ہوکر بیرون ممالک میں اردو کی اشاعت کا زبردست ذریعہ بن جاتے ہیں، بیرون ممالک میں اردو کی اشاعت کی ایسی عظیم الشان خدمت ہے جس میں ان درسگاہوں کا کوئی شریک نہیں ہے۔

نیز طلبہ جو درسی تقریریں قلمبند کرتے ہیں وہ اردو ہی میں ہوتی ہیں جس کی وجہ سے فن ''حدیث'' کے جواہر پارے بسہولت تمام اردو میں منتقل ہورہے ہیں، اس سلسلہ میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کے درس ترمذی کی املائی تقریر الکوکب الدری اور شیخ الاسلام علامہ سید محمد انور شاہ الکشمیریؒ اور حضرت الاستاذ مولانا حسین احمد صاحب مدنی دام مجدہم کے درس بخاری، ترمذی کی املائی تقریریں، خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر اور اہم ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے علماء کی علم حدیث سے غفلت و بے توجہی کے پیش نظر اصلاحات کا ایک مکمل خاکہ تیار کیا تھا اور اسی کے مطابق وہ اصلاح کا کام کرنا چاہتے تھے، لیکن یہ عظیم الشان انقلاب صرف ۳۱ سال کی مختصر مدت میں برپا نہیں کیا جاسکتا تھا، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحبؒ اس حقیقت اور کام کی نوعیت سے بخوبی واقف تھے اور ان کو مشکلات کا صحیح اندازہ تھا، چنانچہ انہوں نے ایک ایسی جماعت تیار کی جو آگے چل کر ان کے مشن کو چلا سکے، یہ شاہ صاحبؒ کی خوش قسمتی ہے کہ انہیں ایسے جانشین میسر آسکے جنہوں نے اپنے پیشرو کے بعد اسی طرح علم حدیث کی زبردست خدمات انجام دیں اور شاہ صاحبؒ کی حسب منشاء اس کو ارتقاء بخشا، اور جانشینی کے فرائض کو بہت کامیاب حد تک انجام دیا اور علم حدیث کو اتنا عام کردیا کہ آج ہندو پاک ہی نہیں بلکہ مصر، شام، عرب اور دیگر ممالک عربیہ اسلامیہ کا گوشہ گوشہ اسی فیض سے مستفید ہورہا ہے۔

شاہ مخصوص اللہ نبیرۂ حضرت شاہ ولی اللہ کے تلمیذ رشید شاہ عبدالغنی مجددی دہلویؒ ہیں جن کا سلسلۂ حدیث ہندوستان سے گزر کر تمام ممالک عربیہ تک پھیلا ہوا ہے اور اب بلاخوف تردید یہ کہا جاسکتا ہے کہ آج ممالک عربیہ اور بالخصوص ہندو پاک میں علوم دینیہ کا کوئی عالم ایسا نہیں ہے جس کا سلسلۂ تلمذ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ پر منتہی نہ ہوتا ہو، اور وہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خوان علم و کرم کا خوشہ چین نہ ہو۔

☆......☆......☆